اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا

مصباح

زنانہ اخبار

مہینے میں دو بار

نمبر ۲۲ جلد ۹

چندہ سالانہ دو روپیہ ۸ آنے

قادیان دارالامان سے یکم و پندرہ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر۔ نذیر احمد افریقی

یکم نومبر سنہ ۱۹۳۵ء — ۳ شعبان سنہ ۱۳۵۴ھ

فہرست مضامین

نماز کی فلاسفی	۳/۷
حضرت ام عمارہؓ	۷/۱۰
صداقت مسیح موعودؑ	۱۰/۱۴
گھر اور اس کا انتظام	۱۴/۱۸
لجنہ اماء اللہ دہلی	۱۸/۱۹
بقایا داروں کی خدمت میں گذارش	صفحہ ۲۰

بقایا داران کی خدمت میں گذارش اور لجنات اماء اللہ سے درخواست

مندرجہ ذیل خریدار چونکہ کئی بار "وی۔ پی" واپس فرما چکے ہیں۔ اور ان کے ذمہ اسقدر زیادہ بقایا ہو چکا ہے۔ کہ مصباح کا فنڈ اس سے زیادہ بوجھ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اسلئے مجبوراً ہم نے ان کے نام سے اخبار بند کر دیا ہوا ہے لیکن چونکہ ان کے ذمہ مصباح کا چندہ باقی ہے۔ اور مصباح کا فنڈ نہایت کمزور ہے۔ اسلئے یہ رسالہ اُن کی خدمت میں اس غرض سے ارسال کیا جا رہا ہے کہ براہِ مہربانی اپنا بقایا ادا فرمائیں اور آئندہ کے لئے مصباح کی خریداری قبول فرماویں۔ اور اگر کسی وجہ سے اخبار اپنے نام جاری نہیں رکھ سکتے۔ تو جو رقم اُن کے ذمہ نکلتی ہے فوری طور پر ادا کر کے مشکور فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

بعض ایسی خواتین بھی ہیں۔ کہ نہ صرف اپنا چندہ باقاعدہ ادا کرتی ہیں۔ بلکہ استطاعت نہ رکھنے والی بہنوں کے نام اپنے خرچ پر مصباح جاری کرا رہی ہیں۔ چند ماہ کا عرصہ ہوا کہ ایک خاتون نے دس روپے کی رقم مصباح کی امداد کے لئے ارسال فرمائی تھی۔ اور ابھی ابھی سیدہ ام ناصر صاحبہ اہلیہ سید ظہور احمد شاہ صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ سرجن پاک پٹن کی طرف سے ساڑھے سات روپے اس غرض سے موصول ہوئے ہیں۔ کہ تین غیر ذی استطاعت خواتین کے نام مصباح جاری کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرماوے۔

کیا ہم اُمید رکھیں کہ بقایا داران اپنے بقایا جات صاف کر کے ہماری امداد فرمائینگے؟ مختلف مقامات کی لجنات اماء اللہ اگر تعاون فرمائیں۔ تو یہ رقم آسانی سے وصول کیجا سکتی ہے۔ ہم عہدہ داران لجنات اماء اللہ کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں۔ کہ جہانتک اُن سے ہو سکے بقایا جات کی وصولی میں ہماری امداد فرماویں۔ اور نئے خریدار پیدا کرنیکی بھی کوشش فرماویں:۔

نمبر خریداری	نام خریدار	مقام	روپیہ آنہ
٦٣	جناب عبد الحمید صاحب ہٹا اڈیٹر	لاہور	۱ - ۸
۲۹۵	اہلیہ اکبر حسین صاحب	محبوب نگر	۱۴ - ۵
۵۵۳	شیخ محمدؐ علی صاحب	سکندر آباد	۱۵ - ۵
۵۷٦	اے ڈی پال ٹیلر	پٹنہ جنگشن	۷ - ٦
۵۹۲	خلیفہ نور الدین صاحب	جموّں	۵ - ٦
٦۳۳	مستری فیض احمدؐ "	"	۱۲ - ۵
٦۵۰	امتہ اللہ بیگم صاحبہ	کاٹھ گڑھ	۳ - ۵
۷۳۱	قمر الدین صاحب	گوجرانوالہ	۵ - ۵
۸۴٦	بخانہ مستری محمد شفیع "	کوٹلی لوہاراں غربی	۱۴ - ۵
۸۵۱	اہلیہ صاحبہ چوہدری اکبر علی "	پنڈی بہاؤالدین	٦ - ۵

بقیہ صد ۲۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مصباح

قادیان دارالامان مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۵ء

نماز کی فلاسفی

حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے۔ معراج کیا تھا۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نہایت ہی مصفّا واجلیٰ کشف کے اندر اللہ تعالے سے باتیں کرنا تھا اسی طرح پر جب ایک مومنہ نماز کے لئے کھڑی ہوتی ہے۔ تو گویا وہ بھی حسب حیثیت ایک قسم کے معراج کی حالت میں اللہ تعالے کے حضور حاضر ہوتی ہے۔ معراج کے لفظی معنے بلندی کے بھی ہیں۔ لیکن بلندی تو صرف حضرت احدیت کو ہی زیبا ہے۔ پس نماز پڑھنے والی بھی نماز کے وقت ایک بلند مقام پر پہونچ جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حضوری ایک بہت بلند درجہ رکھتی ہے۔

اب میں بتلاتی ہوں کہ ہم وضو کیوں کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اوّل تو پاکیزگی حاصل ہو۔ اور دوسرے ہر محنت پر ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ ۔ یعنی اللہ تعالے جسمانی و روحانی طہارت اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ بنی الدین علی النّظافۃ۔ کہ دین اسلام کی بنیاد پاکیزگی پر رکھی گئی ہے۔ پہلے ہم ہاتھ دھوتے ہیں۔ تاکہ ہاتھوں کی غلاظت دور ہو جائے۔ پھر کلّی اسوجہ سے کرتے ہیں۔ کہ انسان کے جسم میں سب سے زیادہ جراثیم منہ میں ہوتے ہیں۔ وہ خارج ہو جائیں۔ دانتوں میں مسواک کا حکم اسوجہ سے دیا کہ تمام جسم کی صحت کا دارو مدار دانتوں کی صفائی پر ہی۔ اور جب دانت صاف اور ستھرے نہ رکھے جائیں تو منہ میں بہت سے امراض پیدا ہو کر ہاضمہ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انسان کی تندرستی میں فرق آجاتا ہے۔ پھر ناک کی صفائی کی جاتی ہے۔ اگر ناک صاف نہ رکھا جائے۔ تو پھیپھڑوں میں صاف ہوا نہیں پہنچ سکتی۔ اور خون صاف نہیں رہ سکتا۔ اگر اسلام کے حکموں پر عمل کیا جائے۔ تو جسمانی صحت ہر طرح سے محفوظ رہتی ہے۔ پھر چہرہ اور آنکھیں دھوئی جاتی ہیں۔ تاکہ آنکھیں صاف رہیں۔ اور سستی دور ہو کر نماز میں توجّہ قائم ہو جائے۔ اسکے بعد ہاتھ کہنیوں تک اور پاؤں

جاتے ہیں۔ اور سر کو تر کیا جاتا ہے۔ تاکہ ہر قسم کی صفائی ہو جائے ؛

علاوہ ان سب باتوں کے وضو نماز کا ایک مقدمہ ہے جس کے بعد انسان نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ ورنہ بغیر وضو کے لیت و لعل میں پڑا رہتا ہے ؛

کھڑے ہوتے وقت مرد کانوں تک۔ لیکن عورت کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتی ہوئی سینہ یا پیٹ پر ہاتھ باندھتی ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے۔ کہ کانوں یا کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ثابت کیا جاتا ہے کہ اللہ ہی سب سے بلند ہے۔ اور میں اس کے حضور دنیا و مافیہا سے دست بردار ہو کر کھڑی ہوئی ہوں۔ اور عورت کے کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا اسواسطے حکم ہے کہ سینہ کا ابھار نظر نہ آئے۔ نیز کھڑے ہونے سے تمام جسم میں چستی آجاتی ہے۔ اور توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اور کھانا نیچے کو تحلیل ہوتا ہے۔ اور پیٹ پر ہاتھ باندھنے سے یہ نفع ہے۔ کہ معدہ وغیرہ میں جہاں کھانا ہضم ہوتا ہے۔ گرمائی پہنچتی ہے۔ اور ہاضمہ میں مدد ملتی ہے۔ پھر رکوع میں جاتے ہیں۔ اور رکوع میں جانے کی حکمت یہ ہے۔ کہ اگر سیدھے گھٹنوں کے جوڑ پر ہاتھ رکھکر باقاعدہ جھکا جائے۔ تو جگر سے پتہ نچڑ کر غذا پر پڑتا ہے۔ اور معدے کی خوراک آنتوں میں چل پڑتی ... اسکے بعد بندہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تاکہ اندرونی ... پھر صراط مستقیم پر آجائیں۔ اسکے بعد سجدہ کرنے کے بہت سے فوائد ہیں۔ ایک تو انتہائی عاجزی کا مقام ہے۔ کہ خدا کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کی جائیں۔ نیز تمام اعضاء پیچھے سے آگے کو متحرک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر کسی عورت کا رحم پیچھے کو گرا ہوا ہو۔ تو لمبا سجدہ کرنے سے رحم اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ اور اس کی تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔ پھر قعدہ میں بیٹھنے سے یہ فائدہ ہے۔ کہ دائیں ٹانگ کھڑی رہتی ہے۔ اور بائیں ٹانگ پر بوجھ پڑتا ہے۔ تاکہ دائیں طرف سے غذا کا رخ بائیں طرف ہو جائے۔ اور ٹانگیں جو تھک گئی تھیں۔ آرام کر لیں۔ پس نماز میں علاوہ عبادت کے جو نماز کا اہم ترین مقصد ہے۔ ایک قسم کی جسمانی ورزش بھی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلام میں کوئی امر ایسا نہیں رکھا جس سے انسان کو فائدہ حاصل نہ ہو ؛

یہاں تک زیادہ تر نماز کے جسمانی فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ اب روحانی مقاصد کی طرف کہ یہی نماز کا اصل مقصود ہیں۔ متوجہ ہوتی ہوں :-

سو یاد رہے۔ کہ نماز بچاتی ہے۔ برائیوں سے اور بے حیائیوں سے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ بے حیائی سے

مراد زنا وغیرہ ہے۔ اور بُرائی سے مراد چوری کرنا۔ شراب پینا۔ غیبت کرنا وغیرہ ہے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک شخص کو پکڑ لائے اور کہا۔ کہ یا رسول اللہ یہ شخص چوری کرتا ہے زنا کرتا ہے۔ شراب پیتا ہے۔ گویا کہ ہر ایک عیب اس میں ہے۔ لیکن ایک خوبی بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ پانچوں وقت حضورؐ کے پیچھے نماز میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور کوئی نماز ترک نہیں کرتا۔ حضورؐ اسکے واسطے کوئی حکم صادر فرمائیں۔ آنحضرتؐ حکم دینے ہی والے تھے۔ کہ آپ پر فوراً اللہ تعالےٰ کی طرف یہ آیت نازل ہوئی:۔ ان الصّلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر۔ یعنی نماز سب برائیوں اور بےحیائیوں سے بچاتی ہے۔ چھوڑ دو اس کو آزاد کر دو۔ اسکی سب بُرائیاں نماز بہا کرلے جائے گی۔ اور وہ کچھ دنوں کے بعد نہایت متقی اور صالح بن گیا۔

نیز جگہ جگہ قرآن شریف میں آیا ہے:۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ۔ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ۔ اَلْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃِ۔ جس کے معنے ہیں۔ کہ نماز کو قائم کرو۔ اب سمجھنا چاہیئے۔ کہ قائم کرنے کے کیا معنے ہیں۔ قائم کرنے کے معنے ہیں۔ نماز کھڑے ہو کر پڑھو ..... یعنی نماز میں قیام کرو۔ جماعت کے ساتھ ..... پڑھو۔ تیسرے نماز کا قائم کرنا یہ ہے۔ کہ پنجگانہ نماز پر مداومت اختیار کرو۔ یعنی ہمیشہ پڑھو۔ یہ نہیں کہ کبھی سستی کی وجہ سے جمع کرکے پڑھ لی۔ اور کبھی ضروری کام کی وجہ سے نماز پڑھنے میں کوتاہی کرلی۔ اور کبھی بیٹھکر ہی پڑھ لی۔ قیام کے معنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے ہیں۔ بغیر ضرورت بیٹھکر پڑھنے کے نہیں۔ اور جمع تو نہایت ہی اشد ضروری کام کی وجہ سے ہی کرسکتے ہیں۔ اسی لئے یہ روایت ہے۔ کہ نماز پڑھنے والے بہت ہیں۔ اور قائم کرنیوالے تھوڑے۔ بیماری ہو یا سفر ہو نماز کسی حالت میں چھوڑی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ نماز ایک دُعا ہے۔ اور دُعا کا ہر وقت انسان محتاج ہے جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے:۔ ھم علیٰ صلوٰتہم یحافظون۔

اب ہم غور کرتے ہیں۔ کہ کیوں قبلہ کیطرف رُخ کرکے نماز پڑھی جاتی ہی۔ یہ اسلئے کہ تمام مسلمانوں کا رُخ ایک طرف ہو اور یکجہتی قایم رہے قبلہ کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنا ایک قومی امتیاز ہے۔ اگر لوگ اپنے خیال سے الگ الگ جہتیں مقرر کرکے نماز میں کھڑے ہوتے تو ظاہر ہے۔ کہ اس طرح ...... سے مومنوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا۔ لہذا خدا تعالےٰ نے مُسلمانوں کے لئے ایک معیّن طرف مقرر کردی اور اُس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔ ....

....

...... ❊

سینہ پر ہاتھ باندھنے کیوجہ یہ ہے۔ کہ جس طرح

بادشاہوں کے سامنے دست بستہ مؤدبانہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح پروہ خدا جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اُسکے حضور بحالت نماز دست بستہ کھڑے ہونا مناسب ہے۔ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا قانون قدرت ہے۔ کہ وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اُس کی فضیلت عطا کرتا ہے۔ جیساکہ فرماتا ہے:۔ ویؤت کل ذی فضل فضلہ۔ دائیں ہاتھ کو بائیں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور دائیں کو بائیں ہاتھ پر رکھنا دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ رکوع اور سجدہ میں جانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہم نہایت عاجزی اور انکساری سے اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اُسکے حضور جھک جاتے ہیں۔ ور سجدے میں جاکر کمال ادب اور کمال تذلل اور پستی کو جو عبادت کا مقصد ہے ظاہر کرتے ہیں۔ چونکہ ہر بات کے لئے دو گواہ ہوتے ہیں۔ اس لئے نماز کے دو سجدے قیامت میں انسان کی بندگی و عبودیت پر دو گواہان عادل ہوں گے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ فیہا کتبٌ قیمۃ۔ کہ جو کچھ پچھلی کتابوں میں یعنی انجیل۔ توریت۔ زبور۔ وید وغیرہ میں ہے۔ اُن سب کا خلاصہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ اسی طرح عبادت کے مختلف طریق جو دوسرے مذاہب میں مروج ہیں۔ وہ سب کے سب نماز میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ کوئی قوم کھڑے ہوکر خدا کی عبادت کرتی ہے۔ کوئی جھک کر کوئی سینہ پر ہاتھ رکھکر۔ کوئی ہاتھ چھوڑ کر۔ کوئی اوندھے لیٹ کر۔ کوئی بیٹھکر۔ اسلامی نماز میں اللہ تعالےٰ نے عبادت کے مختلف طریقوں کو جمع کر دیا ہے۔ ہر طریق سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے میں بے شمار رُوحانی فوائد ہیں۔ جن کا نتیجہ مجموعی طور پر الہام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیساکہ مَیں پہلے ظاہر کر چکی ہوں۔ نماز مومن کا معراج ہے پس نماز کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ نمازی کے ساتھ اللہ تعالےٰ بولنے لگ جاتا ہے۔ اسی کا نام الہام یا وحی ہے۔ اور یہ خصوصیت اس زمانہ میں سوائے احمدیہ جماعت کے کسی اور قوم میں نہیں پائی جاتی۔ کوئی مذہب نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے۔ کہ اسکے پیروؤں کو الہام ہوتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوجاتا ہے۔ کہ اسلامی نماز ہی اعلیٰ ترین طریق عبادت ہے۔ اور کہ جس اخلاص سے احمدی جماعت اسلامی نماز کو قائم کرتی ہے٭ اور نماز کو باقاعدہ پڑھنے اور قائم کرنے سے اخلاق میں بھی ترقی ہوتی ہے۔ جتنی کوئی عبادت کرتا ہے اتنا ہی اسکے اخلاق اعلےٰ ہوجاتے ہیں۔ نماز اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اور نماز کو نہایت

٭ مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں کر رہا۔ ورنہ ان میں سے کسی فرد کو تو دعویٰ الہام ہوتا٭

خضوع اور خشوع سے پڑھنا چاہیئے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ الذین ھم فی صلوٰۃ .... خاشعون۔ نماز ایک علاج ہے۔ جب بھی کوئی تکلیف پیش آئے۔ فوراً اللہ کے حضور کھڑی ہو جاؤ۔ اور اپنی حاجت کو نہایت انکساری سے عرض کرو۔ وہ ضرور سنتا ہے تمہاری حاجتوں کو پورا کردے گا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔ اُجِیبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیبُوْا لِیْ۔ یعنی میں دُعا کرنیوالے کی دُعا کو قبول کرتا ہوں۔ اِذَا دَعَانِ جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ فَلْیَسْتَجِیبُوْا لِیْ پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کرے۔ یعنی جسطرح شریعت اسلام نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح ادا کرے پھر اللہ تعالےٰ بندے کی حاجت کو جس کے لئے وہ عاجزی کر رہا ہے اگر اُسے اُسکے لئے بہتر سمجھتا ہے۔ تو ضرور پوری کر دیتا ہے۔ اِسجگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ کہ جس مطلب کے لئے دُعا کی جائے۔ اگر اُسکے ساتھ تعلق رکھنے والی صفات الٰہیہ سے اللہ تعالےٰ کو پکارا جائے۔ تو جلدی دُعا قبول ہو جاتی ہے۔ اور دل پر ایک قسم کی رقّت طاری ہو جاتی ہے مثلاً کوئی مشکل پیش ہو تو کہے ”اے مشکلات کو دُور کرنیوالے یا اے رب حاجتوں کو پورا کرنے والے۔ یا اے قدرت رکھنے والے خدا کُن کہدے تا میرا فلاں کام ہو جائے“ پس نماز کیا ہے۔ عبادت ہے۔ اور عبادت صرف اُسوقت ہو سکتی ہے جب پوری عاجزی اور کامل فرمانبرداری کے ساتھ کی جائے۔

(اہلیہ ڈاکٹر شمس الدین صاحب تیراہا بہرام خاں دہلی)

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا

اِسلام میں ہنوز اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی طاقت نہ تھی۔ اہل عرب حق کے قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔ ہمت کا دیوتا نصرت الٰہی کی اُمید کو دامن میں لئے ہوئے تبلیغ اسلام میں مشغول تھا۔ مدینہ کے چھ نفس مشرف باسلام ہوئے۔ دُوسرے برس چھ اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن بارہ مسلمانوں کے ہمراہ مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ روانہ کیا کہ خدا کی آواز لوگوں تک پہنچائیں۔ اس مختصر مگر پُر راز و درد جماعت کی آواز رنگ لائی۔ مدینہ کے باعزت لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہیں میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا اور ان کا خاندان بھی تھا۔

نام ونسب

نام۔ نسیبہ۔ کنیت ذیادہ۔ انصاریہ تھیں۔ قبیلہ خزرج کے خاندان بخار سے تھیں۔ ہجرت سے چالیس برس قبل بمقام مدینہ پیدا

ہوئیں*

نکاح و اولاد

اوّل چچازاد بھائی زید بن عاصم کے عقد میں تھیں۔ اُن سے عبداللہ اور حبیب تولد ہوئے۔ عقد ثانی عربہ بن عمرو سے ہوا۔ ان سے تمیم اور خولہ پیدا ہوئے*

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے جنگ اُحد کے دن جناب رسالتمآب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا تھا۔ "میں جدھر دیکھتا ہوں ام عمارہ ہی نظر پڑتی ہے۔"

یہ جنگ ۳ سنہ ہجری میں پیش آئی آنحضرتؐ کے جان نثار صحابی جام شہادت پی چکے ہیں عم محترم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوض کوثر کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ تیر انداز اس خیال سے کہ میدان ہمارے ہاتھ میں ہے۔ مال غنیمت میں حصہ لینے کے لئے فتح کی خوشی میں پہاڑ سے نیچے اُتر آئے۔ دشمن اسلام نے موقع پاتے ہی خشت باری شروع کی۔ ایک پتھر کی چوٹ سے حضور سرور کائناتؐ کا دانت مبارک شہید ہوگیا۔ ابن قمیہ نے بڑھکر تلوار کا وار کیا۔ ضرب کے زور سے خود کے دو حلقے رخسار مطہر میں دھنس کر رہ گئے۔ ام عمارہ تاب نہ لاسکیں۔ بڑھکر دشمن کے مقابل ہوئیں۔ وار خالی گیا۔ دُشمن کے وار نے زخم کاری دیا۔ کندھا پکڑ رہ گئیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سامنے پٹی بندھوائی۔ اور فرمایا۔ "آج ام عمارہ کا کارنامہ بہت زیادہ اہم ہے۔"

اس معرکہ میں آپ کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سخت زخم لگا۔ صدمہ کی تاب نہ لاسکے اور بیٹھ گئے۔ آپ فوراً آگے بڑھیں۔ زخم صاف کیا پٹی باندھی اور بولیں "بیٹا جاؤ اور لڑو۔"

(ہماری ماؤں اور اُن بہنوں کو جو مائیں بننے والی ہیں۔ اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور اپنے اندر ام عمارہ کی سی سپرٹ پیدا کرنی چاہیئے۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہماری ماؤں بہنوں کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیرے پیارے مسیح موعودؑ کے نام پر اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادیں۔ اے اللہ ایسا ہی کریو۔ آمین ثم آمین۔ جاوید)

جنگ اُحد کے علاوہ حدیبیہ۔ خیبر اور حنین کی جنگوں میں بھی آپ شریک تھیں۔ مگر ابن سعد فرماتے ہیں۔ کہ ان کے علاوہ آپنے جنگ یمامہ میں بھی حصہ لیا۔ بہت حد تک درست یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ تک آپکا زندہ رہنا ثابت ہے۔ اور یہ جنگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں لڑی گئی۔ دوم واقعات و اسباب جنگ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ضرور آپنے اس میں حصہ لیا ہوگا*

رسالتمآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اہل یمامہ کا سردار مسیلمہ کذاب مقرر ہوا۔ اس قبیلہ میں چالیس ہزار نفوس

بہادر جنگجو موجود تھے۔ اور مسیلمہ کے ایک اشارے پر اپنی جانیں دینے کو تیار تھے۔ اُس قوت کے گھمنڈ نے مسیلمہ کے دماغ کو بگاڑ دیا اور اُس نے نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ اب نبی کے لئے اُمّت بھی ہونی لازمی تھی۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ اہل یمامہ کے علاوہ تمام عرب اُس کو نبی تسلیم کرے۔ اس لئے لوگوں سے زبردستی نبوّت مسیلمہ کا اقرار کرایا جاتا۔ اور جو کوئی انکار کرتا اُس کو تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا۔ اسی دوران میں حبیب بن زید (فرزند ام عمّارہ رضی اللہ عنہا) مسیلمہ کے ہاتھ آگئے۔ آپ کو سخت سے سخت تکالیف دی گئیں۔ یہانتک کہ آپ کے اعضاء کاٹنے شروع کر دیئے گئے۔ مگر وہ صداقت کا پتلا بالکل نہ ڈگمگایا حتیٰ کہ ہادی برحق کو حوض کوثر پر جا ملا۔ اس واقعہ کی خبر آپ کی والدہ ام عمّارہ کو ہوئی۔ انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور مسیلمہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کا تہیّہ کر لیا ؛

خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار ہزار سپاہی بسرکردگی خالدؓ بن ولید مسیلمہ کذّاب کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے۔ حضرت ام عمّارہ کو خبر پہنچی کہ فوج جا رہی ہے تو بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی۔ اور اجازت پاتے ہی لشکر اسلام میں جا داخل ہوئیں ؛

بڑا گھمسان کا معرکہ ہوا۔ بارہ سو مُسلمان شہید ہوئے۔ ام عمّارہ رضی اللہ عنہا نے مسیلمہ کو تاک لیا۔ برچھی اور تلوار سے صفیں تہ و بالا کرتی ہوئیں۔ جوشِ انتقام میں زخموں پر زخم کھاتی ہوئیں بڑھتی گئیں۔ نیزے اور تلوار کے گیارہ زخم کھائے۔ ایک دست مبارک بھی کلائی سے جُدا ہو کر شہید ہوا۔ مگر جبین تحمل پر شکن نہ پڑی۔ اور قریب پہنچ کر وار کیا۔ ایک ساتھ دو تلواریں مسیلمہ پر پڑیں۔ دیکھا تو عبداللہ کو قریب کھڑا پایا۔ پُوچھا۔ تم نے قتل کیا۔ جواب ملا ایک ساتھ دو تلواریں پڑیں۔ معلوم نہیں کس کے وار سے قتل ہوا۔ اُسی وقت سجدہ شکر بجالائیں ؛

آپ سے چند احادیث بھی روایت ہوئی ہیں۔ جنہیں آپ کے سلسلے میں عکرمہ اور لیلےٰ نے روایت کیا ہے۔ سن وفات معلوم نہیں۔ خلافت ثانیہ تک زندہ رہنا واقعہ ذیل سے ثابت ہے۔ اس کے بعد کے متعلق کتب سیر بالکل خاموش ہیں ؛

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک اوڑھنی زرکار بیش قیمت مالِ غنیمت میں آئی۔ بعض اصحاب نے آپ کے فرزند عبداللہ کی زوجہ کے لئے سفارش کی۔ اور بعض نے آپؓ کی زوجہ کلثوم بنت علیؓ کے حق میں رائے ظاہر کی مگر آپ نے

فرمایا۔ مَیں سب سے زیادہ اُم عمارہؓ کو حقدار خیال کرتا ہوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے دن فرمایا تھا۔ "مَیں جدھر دیکھتا ہوں اُم عمارہ ہی نظر پڑتی ہیں"۔ چنانچہ اوڑھنی آپکی خدمت میں پیش کر دی گئی ؛

(جاوید مشہدی)

صداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کی صداقت کے دلائل گو بہت ہیں۔ مگر مَیں اس وقت صرف اس پہلو سے حضورؑ کی صداقت ثابت کرنا چاہتی ہوں۔ کہ آپؑ نے ...... کھوئے ہوئے ایمان کو دُنیا میں از سرِ نو قائم کیا۔ اور کس طرح اس زمانہ میں جبکہ حقیقی ایمان مفقود ہو چکا تھا۔ آپؑ اُسے دُنیا میں واپس لائے۔ پیشتر اسکے کہ میں اُن علامات پر روشنی ڈالوں جو ایک حقیقی مومن میں ہونی چاہئیں۔ مَیں مختصراً یہ بیان کرنا چاہتی ہوں۔ کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ ایمان کا دعویٰ کرنا ایک چیز ہے۔ اور واقعہ میں ایمان پر قایم ہونا دُوسری چیز ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ ایمان کا ابتدائی مرتبہ یہ ہے۔ کہ مومن آگ میں زندہ ڈالے جانے کو پسند کرتا ہے۔ مگر یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ وہ ایمان سے پھر کر کفر کیطرف لوٹ جائے۔ اِسی طرح قرآن شریف میں ایمان کی حقیقت اور اہمیت اللہ تعالےٰ یوں بتلاتا ہے۔ کہ اعراب لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم ایمان لے آئے ہیں مگر اے محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تُو ان کو کہدے۔ کہ ایمان کا دعوےٰ مت کرو۔ ہاں یہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ کیونکہ ابھی تک ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل تک نہیں ہوا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایمان کس چیز کا نام ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ ایمان اُس حالتِ قلبی کا نام ہے۔ جبکہ انسان اپنی زندگی میں صفات باری کو جلوہ گر پاتا ہے۔ مثلاً جسطرح انسان اپنے باپ کو دیکھتا ہے اور دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے۔ کہ یہ میرا باپ ہے۔ بیٹے کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے.... کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ سُورج کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ کہ یہ سُورج ہے۔ اسی طرح وُہ خُدا کی ہستی پر ایمان لے آتا ہے۔ کہ وہ ایسی ذات ہے۔ جو تمام صفات جمیلہ کی جامع ہے ؛

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰة والسّلام نے ایمان کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہُوئے تحریر فرمایا ہے۔ کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان کو سچا یقین حاصل ہو پھر اس حالت میں وہ گناہ کا مرتکب ہو سکے۔ دیکھو کیا انسان

اُس بِل میں ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ جس کے متعلق اُسے یقین ہو کہ اِس میں ایک زہریلا سانپ ہے۔ یا اُس جھاڑی میں قدم رکھ سکتا ہے۔ جبکہ اُسکے متعلق پتہ ہو۔ کہ اُس میں شیر ہے۔ یا اُس چھت کے نیچے ٹھہر سکتا ہے۔ جس کے متعلق وہ جانتا ہے۔ کہ وہ گرنے والی ہے۔ یا اُس گلاس کو مُنہ لگا سکتا ہے۔ جس کے متعلق اُسے علم ہو۔ کہ اس میں ایک مہلک زہر ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر خدا پر ایمان لاتے ہوئے اور اسبات پر یقین رکھتے ہوئے۔ کہ اُس کا غضب ایک آگ ہے۔ جو مجھے بھسم کر جائیگا۔ وہ کس طرح گناہ کی طرف قدم اُٹھا سکتا ہے۔ پس اگر گناہ سے بچنا چاہو تو ایمان اور یقین پیدا کرو۔ کیونکہ اسکے بغیر گناہ سے رہائی نہیں ہوسکتی۔ اب ناظرات نے سمجھ لیا ہوگا کہ حقیقی ایمان جو خدا کے نزدیک ایمان کہلاتا ہے۔ اُس میں اور رسمی ایمان میں کسقدر فرق ہے۔ ہمیں اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ حقیقی مومن انسان اُس وقت بن سکتا ہے۔ جب وہ رسمی امور کی بجاآوری کے علاوہ خود علیٰ وجہ البصیرت خدا کی ہستی کو محسوس کر کے اسکے متعلق اپنے اندر ایک مستحکم یقین پیدا کر لے۔ پیشتر اسکے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کیطرف آؤں میں اُن آثار کا ذکر کر دینا چاہتی ہوں جن سے حقیقی ایمان کا پتہ چلتا ہے۔ اور وہ پانچ ہیں:۔

(۱) مومن کے اعمال شریعت کے مطابق ہوں۔ یعنی وہ اُن باتوں کو کرے۔ جن کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ اور اُن سے بچے جن سے شریعت نے روکا ہے۔ اور یہ مطابقت عبادات اخلاق اور معاملات سب پہلوؤں میں ظاہر ہو۔

(۲) مومن اسلام کے لئے پوری غیرت رکھیگا۔ یعنی جب کوئی شخص اسلام پر قولاً یا فعلاً کوئی حملہ کرے گا۔ تو وہ سخت بُرا مناویگا۔ اور وہ .... بُری صحبت کو پسند نہیں کرے گا۔ اور کسی ایسی مجلس میں ہرگز نہیں بیٹھیگا جس میں اسلام کی باتوں پر ہنسی اُڑائی جاتی ہو۔ یا دین کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہو۔

(۳) مومن ہمیشہ تبلیغ اسلام میں مقدور بھر مصروف رہیگا۔ اور اُسکو یہ شوق ہوگا۔ کہ جتنا وقت بھی نکال سکے۔ اس میں اسلام کی خوبیاں لوگوں تک پہنچائے۔ اور اس پر جو حملے کئے جائیں اُن کا رد کرے۔ اور باطل کا مقابلہ اور حق کی تائید کرتا رہے۔ اور اسکے لئے روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت بھی اگر پیش آئے۔ تو دریغ نہ کرے۔

(۴) مومن اپنی تقریر و تحریر میں کثرت کے ساتھ خدا اور اُس کے رسول اور اُس کی کتاب اور اُس کے اولیاء کا ذکر کرے گا۔ اور اُس کی ہر بات سے خدا اور اُس کے رسول اللہ

اُس کے دین کی محبّت ٹپکے گی۔ اور وہ صُلحاء کی صحبت کو پسند کرے گا:

(۵) مومن خدا اور اُس کے رسُول کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہو گا۔ اپنے خیالات کی اپنے دوستوں کی۔ اپنی قوم کی۔ اپنے ملک کی۔ اپنے عزیز و اقارب کی۔ اپنے مال و دولت کی۔ اپنے آرام و راحت کی۔ اپنے بیوی بچوں کی۔ اپنے والدین کی۔ اپنی جان کی۔ اپنی عزّت و آبرُو کی۔ غرض کوئی چیز خُدا اور رسُول کے راستہ میں اُس کے لئے روک نہ ہوگی۔ اور موقعہ آنے پر وہ سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار ہو گا:

یہ وہ پانچ موٹی باتیں ہیں۔ کہ جب کسی میں پائی جاویں تو یہ اس بات کی علامت ہوگی۔ کہ اس کے دل میں ایمان داخل ہو چکا ہے۔ اور یہ کہ وہ حلاوتِ ایمان کو جس کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔ چکھ چکا ہے۔ لیکن ایک شرط ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ باتیں اُس کے اندر ایک عارضی کیفیّت کے طور پر نہ پائی جاویں۔ جو وقتی تحریک یا جوشش کے ماتحت اُس پر وارد ہوتی ہو۔ بلکہ ایک مستقل اور مستحکم طریق پر ان صفات کا دعوہ اُس کے اندر پایا جانا ضروری ہے:

اَب مَیں اِن علامات کو الگ الگ لیکر یہ بتلانا چاہتی ہوں۔ کہ کس طرح جماعت احمدیّہ میں یہ پانچ علامات مُمتاز طور پر پائی جاتی ہیں۔ جس کے ثابت کرنے کے بعد روزِ روشن کیطرح ظاہر ہو جائے گا۔ کہ درحقیقت حضرت مرزا صاحبؑ نے کھوئے ہوئے ایمان کو دُنیا میں از سر نو قائم کر دیا:

پہلی علامت ایمان کی مَیں نے یہ بیان کی ہے۔ کہ اعمال شریعت کے مطابق ہوں۔ الحمد للہ کہ مجموعی حیثیّت میں جماعت نے اس علامت کو بہت نمایاں طور پر ظاہر کیا ہے۔ حتّٰی کہ غیر متعصب دشمن بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ احمدیّہ جماعت میں ہزاروں ہیں۔ جو احمدی ہونے سے پہلے ہر قسم کی بد اخلاقیوں اور گناہ میں مبتلا تھے لیکن احمدی ہونے کے بعد وہ بالکل نئے انسان بن گئے۔ جو لوگ کبھی فرض نماز کے قریب بھی نہیں گئے تھے۔ وہ ایسے نمازی بنے کہ اگر اُن سے تہجّد کی نماز بھی رہ جاوے۔ تو اُنہیں سخت افسوس ہوتا ہے۔ جو لوگ رمضان کے مبارک مہینہ میں ایک روزہ بھی نہ رکھتے۔ اب وہ رمضان کے علاوہ سال میں کئی دن بطور نفل روزے رکھتے ہیں۔ بیشک ہم میں بعض کمزور بھی ہیں لیکن بعض کا کمزور ہونا جماعت کی مجموعی حالت پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کی مقدس جماعت کا بھی یہی حال تھا۔ اُن کا مطہر اور پاک ہونا مسلّم ہے۔ لیکن پھر بھی اُن میں سب کے سب ابو بکر۔ عمر۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہم جیسے

نہیں تھے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ کوئی منصف مزاج شخص اسبات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے ساتھ تعلق قائم کر کے احمدیوں نے ایک نمایاں تغیّر اپنے اندر پیدا کیا۔

دُوسری علامت ایمان کی یہ تھی کہ مومن غیرت ایمانی دکھاتا ہے۔ اور ایمان کے خلاف کوئی بات سُنکر آرام سے نہیں بیٹھ سکتا۔ اس علامت کے مطابق بھی صرف احمدیہ جماعت ہی ایمان پر قائم ثابت ہوگی۔ دین کے خلاف کوئی احمدی کوئی بات سُنکر یا دیکھکر خاموش نہ رہیگا۔ بلکہ وہ ضرور اپنے قول سے یا اپنے فعل سے اپنی نفرت کا اظہار کرے گا۔ اور ایسی صحبت سے پرہیز کرے گا۔ جس میں دین کی خفت ہوتی ہو۔

تیسری علامت مَیں نے یہ بیان کی تھی۔ کہ مومن تبلیغ حق میں مصروف رہتا ہے۔ اور اُسے گویا ہر وقت یہ دُھن لگی رہتی ہے۔ کہ اسلام کی خوبیاں لوگوں تک پہنچ جائیں۔ دُنیا سے باطل مٹ جائے۔ اور حق قائم ہو جائے۔ وہ تبلیغ حق کے لئے اپنے وقت اور اپنے مال کو قربان کرنے کی پرواہ نہ کرتا ہو۔ اور جب کبھی اسلام پر حملہ ہو تو فوراً اُس کی تردید کیلئے کمربستہ ہو جائے گا۔ اِس علامت سے بھی احمدیہ جماعت کا ایمان روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ ہر احمدی ایک سرگرم مبلغ نظر آئیگا۔ اگر کوئی شخص کسی آزاد پیشہ میں ہے۔ تو اُسکے کاروبار کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری ہوگا۔ اور اگر وہ کسی جگہ ملازم ہے۔ تو اپنے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تبلیغ بھی ہوتی ہوگی۔ غرض احمدیوں میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ اسلام کی خدمت میں لگا ہُوا ہے۔ طالب علم ہے۔ تو وُہ مبلغ ہے۔ ملازم ہے۔ تو وہ مبلغ ہے۔ آزاد ہے۔ تو وہ مبلغ ہے۔ اُستاد ہے۔ تو وہ مبلغ ہے۔ شاگرد ہے۔ تو وہ مبلغ ہے۔ غرض جو بھی سچّا احمدی ہے۔ خواہ وہ کچھ ہے۔ وہ مبلغ بھی ضرور ہے۔ اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ جسقدر جوشِ تبلیغ جو حق کی محبّت اور صداقت کی تڑپ پر مبنی ہو۔ احمدیہ جماعت میں نظر آتا ہے۔ وہ کسی دُوسری جگہ نہ ملے گا۔

چوتھی علامت۔ مومن کی زبان پر کثرت کے ساتھ خُدا اور اُس کے رسُول کا ذکر ہے۔ اور اُس کے ہر قول اور فعل سے خدا اور رسُول اور اولیاء اللہ کی محبّت ٹپکے گی۔ اِس علامت کے مطابق بھی صرف احمدیہ جماعت کا ہی ایمان ثابت ہوگا۔

وقت کی قلّت اور مضمون کی طوالت کے سبب سے مَیں اپنے مضمون کو جہانتک ہوسکے مختصر کر رہی ہوں۔

پانچویں علامت ایمان کی مَیں نے یہ بیان کی تھی۔ کہ مومن اپنے ایمان کی خاطر ہر چیز قربان کرنیکو کیلئے تیار ہوتا ہے۔ اپنا مال اپنے عزیز اپنی جان اپنی آبرو۔ اس علامت کی رُو سے بھی صرف احمدیہ جماعت ہی مومن ثابت ہوگی۔ کیونکہ یہ ایک بیّن حقیقت ہے۔ کہ احمدیہ جماعت میں سے بیشتر حصہ نے بڑی بڑی گرانقدر قیمتیں دے کر ایمان کو خریدا ہے۔ باوجود غربت کے یہ جماعت لاکھوں روپیہ محض تبلیغ اسلام کی خاطر خرچ کر رہی ہے۔ اور قریباً سب کے سب ایسے ہیں۔ جو اپنی آمد کا کم از کم سولھواں ۱/۱۶ حصہ باقاعدہ خدمت دین کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ کثیر التعداد ایسے ہیں جو دسواں ۱/۱۰ حصہ دیتے ہیں۔ بہت ہیں جو پانچواں ۱/۵ حصہ دیتے ہیں۔ اور کئی ہیں جو تیسرا حصہ خرچ کرتے ہیں۔ بعض کو اپنے ایمان کی خاطر اپنے والدین کو چھوڑنا پڑا۔ اور بعض نے اپنی اولاد کو چھوڑا۔ بعض نے اپنی بیویوں کو چھوڑ دیا۔ مگر ایمان کو نہ چھوڑا۔ اُنہوں نے خدا کے رشتہ کو اختیار کیا اور دُنیوی رشتوں کو جو خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ قربان کر دیا۔ ایسی مثالیں بیسیوں نہیں ہزاروں ہیں۔

مَیں اپنے مضمون کے ختم کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ کہ جس بہن کو اب تک سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ وہ اپنے ذہن کو خالی کر کے ضرور ہماری کتب کا مطالعہ فرمائیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے بذریعہ استخارہ ہدایت طلب فرماویں۔ اُمید ہے۔ کہ خداوند کریم ضرور اس عظیم الشان صداقت کا انکشاف اُن پر کر دے گا۔

بالآخر میں دُعا کرتی ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم احمدیت جیسی بے بہا چیز کی جیسی قدر کرنی چاہیئے ویسی کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(خاکسارہ زینب بنت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد)

گھر اور اُس کا انتظام

گھر کیا ہے؟ ایک چھوٹی سی سلطنت ہے۔ جس طرح ایک چھوٹی سی مملکت کی ترقی اسباب پر منحصر ہے۔ کہ اُس کا انتظام باقاعدہ ہو۔ اور اسکے منتظمین مستعد ہوں۔ اور اُن کے اندر باہمی تعاون اور ہم آہنگی کا جذبہ کارفرما ہو۔ بالکل اُسی طرح گھر کی محدود سلطنت کی خوشحالی کے لئے لازم ہے۔ کہ اس کا انتظام صحیح ہو۔ اور منتظمین سلیقہ شعار ہوں۔ اُن کے اندر امداد باہمی کے جذبات موجود ہوں۔ گھر کے انتظام اور گھر کی زندگی کو خوشگوار اور پُرلطف

بنانے کی ذمہ واری زیادہ تر گھر کی منتظمہ یعنی خاتون خانہ پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہم بنظرِ غور دیکھیں گے تو معلوم ہوگا۔ کہ گھر کے دوسرے افراد بھی ذمہ وار ہیں۔ جس طرح ایک مملکت کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف حکمران اس کے لئے آمادہ خدمت ہو۔ بلکہ اس مملکت کی رعایا بھی اس کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہو۔ اسی طرح گھریلو زندگی کو جنت کی زندگی کا نمونہ بنانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ نہ صرف گھر کی مالکہ جد وجہد کرے۔ بلکہ گھر کے تمام افراد کا فرض ہے۔ کہ ہر ممکن طریقہ سے تعاون اور مدد کریں۔ تاکہ سلطنت کا انتظام خوش اسلوبی سے چل سکے۔ گھر کے انتظام کے سلسلہ میں امداد باہمی کا جذبہ اور خیال اسوقت پیدا ہو سکتا ہے۔ جبکہ تمام خاندان کے افراد اپنے فرائض اور حقوق سے واقف ہوں۔ اسلام نے خاندان کے تمام افراد کے لئے حقوق و فرائض مقرر کر دیئے ہیں۔ والدین پر اولاد کے حقوق ہیں۔ مثال کے طور پر والدین کا فرض ہے۔ کہ اپنی اولاد کی خاطر خواہ تعلیم و تربیت کا انتظام کریں۔ اپنی اولاد کو بہترین شہری بنا کر دُنیا کے میدان کشمکش میں پیش کریں۔ ناقابل انسانوں کی نامرادی کی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ والدین ہی کی ناقص تعلیم و تربیت کی وجہ سے ناکام زندگی ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح شوہر کا فرض ہے۔ کہ اپنی رفیقہ حیات کے حقوق کو ہمیشہ مقدم رکھے۔ بیوی کو چاہیئے۔ کہ اپنے میاں کو آرام پہنچانے کی ہر طرح کوشش کرے۔ غرض تمام خاندان کے افراد کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ ایکدوسرے کے حقوق کی نگہداشت کریں۔ جب ذمہ واری کا احساس پیدا ہو جائیگا۔ تو گھر کا بہتر بنانا مشکل نہیں رہیگا:

اِس امر کو بھولنا نہ چاہیئے۔ کہ گھر کے انتظام کی اصل ذمہ وار عورت ہے۔ گھر کے انتظام کو بہتر بنانے کے لئے کون کون سے امور ضروری ہیں؟ اور کن کن باتوں کو مدنظر رکھنے سے گھر کا انتظام اچھا ہو سکتا ہے؟ اور گھر کی زندگی جنت کی زندگی کا نمونہ بن سکتی ہے؟ گھر کی منتظمہ کا فرض ہے۔ کہ وہ گھر کے انتظام کو مختلف حصوں میں تقسیم کرے۔ مثال کے طور پر تربیت[۱] اولاد۔ گھر کی صفائی[۲]۔ کھانے کا[۳] انتظام۔ خاوند کو صلاح[۴] و مشورہ۔ اِن چیزوں کو قدرے تفصیل سے بیان کرتی ہوں:

تربیتِ اولاد گھر کی منتظمہ کا سب سے ضروری اور مقدم فرض ہے۔ جتنے اُمور تربیت اولاد کے سلسلے میں ماں کی حیثیت سے اِس پر عائد ہوتے ہیں۔ اُن کو ذہن نشین کرے۔ اِس کے بعد اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرے۔ بچوں کی پرداخت بڑی ذمہ واری کی چیز ہے۔ انسانی خصلت کی خامی اور پختگی کی بُنیاد انسانی زندگی کے اُس دور میں پڑتی ہے۔ جب انسان بچہ ہوتا ہے۔ اُسوقت اسکے سامنے ماحول اور خصوصیت کیساتھ

ماں کے عادات نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسلیئے ماں کو چاہیئے۔کہ اپنی روزمرہ کی زندگی کو اعلیٰ وارفع بنائے۔ اسلیئے کہ وہ انسان جو اسکی گود میں تربیت پا رہا ہے۔ اسکے ... اخلاق کی ذمہ واری اس پر عائد ہوتی ہے۔ غرضیکہ ماں اسبات کی ذمہ وار ہے۔ کہ بچہ کو جسمانی اور ذہنی ترقی دے کر میدانِ حیات میں پیش کرے۔ جس قوم کی مائیں اِس ذمہ واری کی اہمیت کو جانتی ہیں۔ وہ قوم یقیناً اس قابل ہو سکتی ہے۔ کہ کشمکشِ حیات میں فخر و مباہات کے ساتھ اپنے سر کو بلند کر سکے۔ ہماری قوم ایک زمانہ میں تربیت اولاد کی بہترین روایات کی حامل تھی۔ لیکن آج وہ اس قابل نہیں رہی ہے۔ کہ دُنیا میں تربیت کا اچھا نمونہ ہی پیش کر سکے۔ اس کی وجہ محض یہ ہے۔ کہ ملت اسلامیہ کی مائیں اِس حقیقت کی طرف کم متوجہ ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ وہ سوچیں اور غور کریں۔ کہ اس معاملہ میں ان پر کون کون سے ملی فرائض عائد ہوتے ہیں ؛

گھر کے انتظام کے سلسلہ میں دوسری چیز جو ہے۔ وہ گھر کی صفائی اور تمام چیزوں کو قرینہ سے اپنے اصلی مقام پر رکھنا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ عورتیں اِس معاملہ میں اپنی ذمہ واری کم محسوس کرتی ہیں۔ گھر کی صفائی ایک ضروری اور اہم چیز ہے۔ جسکا اثر زندگی پر پڑتا ہے۔ گھر کی صفائی کا اثر ارکین خانہ پر مختلف طریقوں سے پڑتا ہے۔ صحت اخلاق و دماغی کیفیات پر گھر کی صفائی اثر انداز ہوتی ہے۔ جو گھر صاف ستھر ہوگا۔ اُس گھر کے لوگ تندرست اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوں گے۔ جو گھر گندہ اور غیر منظم ہوگا۔ اُس کے رہنے والے ضرور امراض میں مبتلا ہوں گے۔ اور اُن کو تسکین قلب کبھی حاصل نہ ہوگی۔ انسان بالطبع صفائی پسند واقع ہُوا ہے۔ لیکن ماحول اِس کو اِس بات کا عادی بنا دیتا ہے۔ کہ گندگی میں رہ سکے ؛

گھر کی صفائی اور آراستگی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ کوئی عالیشان محل ہو۔ اگر محلات کی صفائی اور آراستگی ہو سکتی ہے۔ تو کیا معمولی گھروں کی صفائی نہیں ہو سکتی۔ قابل تعریف بات تو یہ ہے۔ کہ معمولی گھر کو صفائی اور آراستگی کے ذریعہ سے اس قابل بنایا جائے کہ اس گھر کے رہنے والے آرام و سکون سے رہ سکیں۔ گھر کی چیزیں مختلف جگہوں پر رکھی جائیں کھانے کے برتن پینے کا پانی اور اس طرح مختلف چیزوں کے لئے گھر کی گنجائش کو مدِّ نظر رکھکر انتظام کیا جائے۔ بہر کیف ہر چیز قرینہ سلیقہ اور باقاعدگی کے ساتھ رکھی جائے۔ جو چیزیں باقاعدہ اور سلیقہ سے اپنے اپنے موقع محل پر رکھی جائینگی وہ ایک طرح سے آرائش کا موجب ہونگی۔ گھر

خوبصورت معلوم ہوگا۔ اِس سے بچّوں کی زندگی پر یہ اثر پڑیگا۔ کہ وہ اپنے لکھنے پڑھنے کی چیزوں کو باقاعدگی کے ساتھ رکھیں گے۔ اس لئے کہ بچوں میں نقالی کا مادہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے بڑوں کو جو کچھ کرتے ...... دیکھتے ہیں۔ وہ بھی وہی کرنے لگتے ہیں۔ لڑکیوں کو دیکھئے۔ جب وہ گڑیوں کا کھیل کھیلتی ہیں۔ تو تمام وہ کام کرتی ہیں۔ جو گھر کی عورتیں کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اور وہی الفاظ اور انداز اختیار کرتی ہیں۔ جو اپنی بڑی بوڑھیوں کو کہتے سُنتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوُا۔ کہ بچے اپنے بڑوں کے افعال و اقوال کی نقل کرتے ہیں۔ اس بنا پر ماں کا فرض ہے۔ کہ وہ گھر کی صفائی اور آراستگی میں بھی اس خیال کو مدّنظر رکھے۔ کہ بچوں کے اخلاق و عادات پر اس کا کیا اثر ہوگا ؂

تیسری چیز جو گھریلو زندگی کے لئے ضروری ہے۔ وہ کھانے کا انتظام ہے۔ اِسس پہلو میں گھر کی منتظمہ کا فرض ہے۔ کہ وہ دیکھے کہ غذا کیسی ہونی چاہیئے۔ اگر لکھی پڑھی ہے۔ تو مطالعہ کرے۔ کہ ترقی دینے کے لئے کِس قسم کی غذا کی ضرورت ہے۔ پھر اس کو دیکھنا چاہیئے کہ بچوں کے لئے کونسی غذا مفید ہے۔ اور بوڑھوں کو کس قسم کی غذا دینی چاہیئے۔ خدانخواستہ گھر میں اگر مریض ہو تو اسکی خوراک اور تیمارداری کا کیا انتظام ہونا چاہیئے۔ پھر بیماری بھی مختلف

قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض متعدی یعنی پھیلنے والی بیماریاں۔ اور بعض غیر متعدی یعنی نہ پھیلنے والی بیماریاں۔ ان تمام امور کو مدّنظر رکھکر خاندانی خوراک کا انتظام کرنا۔ پھر یہ کہ موسم کے لحاظ سے کونسی غذا اچھی رہیگی۔ اور کونسی ناقص اور نقصان دہ۔ ترکاریوں کی خاصیات کا کسی قدر علم ہونا چاہیئے۔ خوراک کو اچھی طرح تیار کرنے کے کیا اصُول ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ چیز ہے۔ کہ کھانیکے لئے کون کون سے اوقات ہونے چاہئیں۔ گھر کے افراد کو مدّنظر رکھ کر کھانے کے اوقات اسطرح مقرر کئے جائیں۔ کہ اگر ممکن ہو تو گھر کے تمام افراد ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھائیں۔ اس سے افراد میں محبّت کے جذبات بڑھیں گے۔ اور گھر کے انتظام میں سہولت ہو جائے گی۔ یعنی کام طوالت نہ پکڑیگا۔ اس طریقہ سے بچّوں کو کھانے کے آداب اچھّی طرح ذہن نشین ہو جائینگے۔ ہم ہندوستانیوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ آب و ہوا اور موسم کو پیش نظر رکھکر کھانے کا تعیّن کریں۔ یعنی کیا اور کس وقت کھایا جائے۔ ہمارے لئے غالباً یہ مناسب اور موزوں ہوگا کہ تین وقت کھانا کھائیں۔ یعنی صبح کو خفیف سا ناشتہ حسب استطاعت اور دوپہر اور رات کا کھانا ؂

ہمارے لئے ضروری نہیں ہے۔ کہ ہم مغربی طرز طعام اور کھانے کے لئے وہی..

اوقات مقرر کریں۔ اس لئے کہ ہندوستانی آب ہوا غالباً اس کی اجازت نہیں دیتی۔ اس سلسلہ میں ہمیں ایک چیز کی اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ اور وہ یہ کہ خوراک کے متعلق ہمارا مذاق بگڑا ہُوا ہے۔ ہمیں بچپن سے سُرخ مرچ اور گرم مصالح کی بڑی مقدار کا عادی بنایا جاتا ہے۔ اگر کھانے میں مرچ اور گرم مصالح کم ہوگا تو وہ کھانا ہمارے لئے لازماً بدمزہ سا ہوجائیگا۔ اِس پر اگر حفظان صحت کے اصُولوں کو مدّنظر رکھکر بحث کیگئی تو یہ بحث بہت طویل ہو جائیگی۔ اس سے پہلو تہی کرتے ہوئے۔ صرف یہ عرض کرتی ہوں کہ غذا کو تیز و تند مصالحوں اور مرچوں سے بچایا جائے۔ تاکہ خوراک مقوّی ہوسکے۔ (ماخوذ)

(مرسلہ نعیمہ خاتون بنت معلمہ اقبال بیگم صاحبہ مرحومہ احمدی)

لجنۃ اماء اللہ دہلی

ہمارا ماہواری اجلاس ۸ ستمبر ۱۹۳۵ء کو جناب ڈاکٹر شفیع احمد صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی کے دولت خانہ پر منعقد ہوا۔ فنانشل سیکرٹری صاحبہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح پر روشنی ڈالی۔ اور آپؐ کے اوصاف حمیدہ پر پُرزور تقریر کی۔ اور واضح کیا۔ کہ آپؐ عرب جیسے ملک میں مبعوث ہوئے۔ جہاں کے باشندے درندہ خصلت تھے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے نتیجہ میں اُنہوں نے وہ قربانی کی۔ کہ آجتک اُن کی قربانی کی نظیر نہیں ملی اور نہ آئندہ ملیگی۔ اسکے بعد خاکسارہ نے سورہ اعراف کے انیسویں (۱۹) رکوع میں سے بتایا کہ لازمی طور پر نبیوں کو جھٹلایا جاتا ہے۔ اور اُن کی مخالفت ہوتی ہے۔ اور پھر عذاب بھی ہر نبی کے وقت میں آتا ہے۔ یہی سُنّت الٰہی ہے۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اظہر من الشمس تھی۔ مگر آجتک آنحضرتؐ کی مخالفت ہو رہی ہے۔ اور حضورؐ پر ہزاروں قسم کے اعتراضات کئے جارہے ہیں۔ اسکے بعد مبارکہ سُلطانہ صاحبہ سیکرٹری نے جناب مولوی عبدالواحد صاحب کا مضمون جو بچّوں کی تعلیم کے متعلق تھا۔ پڑھکر سُنایا۔ آپ ہمیشہ مہینہ میں ایک مضمون ہمارے لئے ارسال فرمایا کرتے ہیں۔ جو ہمارے جلسہ میں پڑھا جاتا ہے۔ پھر اہلیہ نذیر احمد صاحب نے کشتی نوح کا درس دیا۔ اور تشریح کی۔ کیونکہ وقت بہت ہوچکا تھا۔ اِس لئے پریذیڈنٹ صاحبہ کا مضمون نہ پڑھا جاسکا۔ صاحبۂ خانہ نے اس خوشی میں کہ ڈاکٹر شفیع احمد صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی اور اُن کا صاحبزادہ حج کرکے بخیر و عافیت تشریف لے آئے تھے۔ سب کو کھانا کھلایا۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔

۲۹ ستمبر کو خدا کے فضل سے یوم التبلیغ منایا گیا۔ دہلی کی لجنہ اماء اللہ کی ممبرات اور دُوسری احمدی بہنوں نے نہایت سرگرمی سے تبلیغ میں

حصّہ لیا۔ پہلے ایک جلسہ کر کے تمام بہنوں کیلئے علاقے تقسیم کر دیئے گئے۔ ہر ایک نے اپنے علاقہ میں پوری جدوجہد سے تبلیغ کی۔ اور کئی قسم کے ٹریکٹ تقسیم کئے۔ اہلیہ عبدالحمید صاحب اور اہلیہ عبدالمجید صاحب اور اہلیہ غلام حسین صاحب نے نئی دھلی کے راستہ میں تبلیغ کی۔ اور ٹریکٹ بھی تقسیم کئے اہلیہ مہدی حسین صاحب و اہلیہ ڈاکٹر جلال الدین صاحب اور اہلیہ نذیر احمدؐ صاحب اور آمنہ بیگم صاحبہ اور خاکسارہ بھی تبلیغ کے لئے گئیں۔ میری چھوٹی ہمشیرہ جس کی عمر گیارہ سال ہے۔ اور ماں باپ اور بھائی سب غیر احمدی ہیں وہ بھی تبلیغ میں شامل ہوئی۔ اتفاق سے ہم ایک ایسی محفل میں چلی گئیں جہاں ہر ایک مذہب کی عورت موجود تھی لاہوری پارٹی کی بھی کئی بہنیں تھیں۔ ہم سب نے خوب تبلیغ کی۔ ہماری برادری کی بہت سی بہنیں بھی وہاں موجود تھیں۔ جنہوں نے حال ہی میں ہمیں برادری سے خارج کیا تھا۔ ہم نے انہیں بھی پیغام حق پہنچایا۔ اور رُوحانی غذا پیش کی۔ اور شیر افگن خاں کی بارہ دری میں بھی تبلیغ کیگئی۔ خدا کے فضل سے ہمارا یوم تبلیغ نہایت کامیاب رہا۔ پریذیڈنٹ صاحبہ بلب گڑھ تشریف لے گئیں۔ آپ نے بلب گڑھ میں ایک جلسہ کے ذریعہ حق کی منادی کی۔ اور ٹریکٹ تقسیم کئے۔

۱۳۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ایک جلسہ بابو اعجاز حسین صاحب مرحوم کے دولت خانہ پر منعقد ہوا۔ بہنیں کافی تعداد میں حاضر ہوئیں۔ ۲ تقریریں ہوئیں۔ ایک تقریر فنانشل سیکرٹری صاحبہ نے کی۔ آپ نے قرآن شریف کی وہ آیات پڑھیں جو مال غنیمت کے متعلق آتی ہیں۔ اور اچھی طرح سے واضح کیا۔ کہ اس وقت ہمیں مالی قربانی کا موقعہ مل رہا ہے۔ اور ہمارا جہاد قلم سے ہے اور حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی وہ تحریک جو مقدمہ اپیل فیصلہ سشن جج کے لئے بارہ ہزار روپیہ جمع کرنے کے متعلق ہے۔ خواتین کو سُنائی۔ اور چندہ جمع کیا۔ چھ روپیہ کے قریب چندہ جمع ہو گیا۔ خاکسارہ نے بھی بہنوں کو چندہ کی طرف توجہ دلائی۔ اور آئیندہ سیرۃ النبی کے جلسہ کے لئے ہوشیار کیا۔ پھر امۃ العزیز صاحبہ بنت بابو محمد عمر صاحب نے حفظان صحت کے متعلق مضمون پڑھا۔ اور نظموں کا سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا۔ صاحبہ خانہ نے چائے اور بسکٹ سے بہنوں کی تواضع کی اور جلسہ برخاست ہوا۔

خاکسارہ عارضہ دمہ میں مُبتلا ہے۔ اور اولاد سے بھی محروم ہے۔ بہنیں خاص طور سے اِس عاجزہ کیواسطے دُعا فرمائیں۔ نہایت ہی مشکور ہونگی۔

والسّلام

(۰ .... خاکسارہ سُلطانہ بیگم سیکرٹری لجنہ اماءُ اللہ دھلی)

بقیہ صہ ۲			روپے آنے
۹۴۱	سائرہ بیگم صاحبہ	ہیڈ سلیمان کی	۹-۱۰
۹۶۹	ملک ستار محمد صاحب	دولمیال	۶-۱۲
۱۰۱۸	بشریٰ بیگم صاحبہ	قادیان	۶-۲
۱۰۹۸	امام الدین ولد گلاب الدین	سمبھڑیال	۶-۲
۱۱۵۸	مسز ایم آئی ملک	مظفرپور	۷-۸
۱۱۶۵	ایم ظفر مند صاحب	شاہجہانپور	۵-۰
۱۱۸۰	آفتاب احمد صاحب	کوہاٹ	۶-۸
۱۱۹۰	اہلیہ عبد الجبار صاحب	سرگودھا	۸-۱۲
۱۱۹۲	اہلیہ عبداللہ خاں 〃	جینگن	۶-۲
۱۱۹۹	شیخ نذیر احمد صاحب	سیالکوٹ چھاؤنی	۵-۴
۱۲۰۲	اندرون خانہ محمد اشرف	کڑیانوالہ	۵-۱۲
۱۲۰۳	مسز حاجی کمال الدین 〃	جوہی	۸-۷
۱۲۳۱	اہلیہ ملک غلام حسین 〃	شہر ملتان	۶-۵
۱۲۶۰	مستری کریم بخش 〃	دھلی	۶-۸
۱۲۶۲	زبیدہ خاتون صاحبہ	قلعہ شیخوپورہ	۶-۹
۱۲۶۵	کنیزہ معرفت ایم-اے صمد	پورنیہ	۵-۷
۱۲۶۷	بابو بشیر احمد صاحب	دھلی	۶-۴
۱۲۷۹	صوفی عبد الحکیم صاحب	کراچی	۵-۱۵
۱۲۸۴	مسز ملک چراغ دین 〃	چک نمبر ۹	۵-۱۲
۱۲۸۶	جے-اے بیگم	کلکتہ	۵-۱۲
۱۲۹۳	چوہدرانی امۃ القیوم صاحبہ	کاٹھ گڑھ	۶-۱۲
۱۳۰۰	سیکرٹری اولڈ بوائز ایسوسی ایشن چنیوٹ		۴-۸
۱۳۲۰	غلام محمد صاحب	سرینگر	۵-۱۲
۱۳۲۹	عبد القیوم 〃	کالاگوجراں	۵-۱۰
۱۳۵۳	ایم-اے خان احمدی	ہنواڑی	۵-۳
۱۴۱۷	محمد ظہیر خان صاحب	گنج	۳-۸
۱۴۲۸	مرزا غلام حسین صاحب	فیض باغ لاہور	۳-۱
۱۴۵۵	محمد شجاعت علی صاحب	ناسک	۱-۴
۱۳۳۰	محمد حنیف و محمد ظریف 〃	کتربلہ	۵-۱۰
۳۷	زینب بی بی بنت شیخ میر محمد صاحب	نوشہرہ	۷-۴
۲۹	بلقیس بیگم صاحبہ دختر ڈاکٹر فتح الدین صاحب	پشاور	۶-۸
۴۱	بخانہ شیخ عبد الغنی صاحب	وڈالہ بانگر	۸-۴
۸۴	بخانہ محمد افضل خاں صاحب	ڈیرہ غازیخاں	۶-۱۵
۱۹۹	اہلیہ بابو محمد اسحاق 〃	لاہور	۵-۱۲
۲۱۲	رشید بیگم صاحبہ	امرتسر	۹-۸
۲۳۵	اہلیہ فتح محمد صاحب	سیالکوٹ شہر	۶-۱۱
۲۵۱	اہلیہ سید بہاول شاہ صاحب	امرتسر	۶-۱۳
۳۱۲	محمد عثمان صاحب قریشی	گجرات	۹-۷
۳۸۱	عبد الرحیم صاحب	ناگپور	۶-۲
۳۹۹	چوہدری غلام حسین صاحب	سیالکوٹ	۹-۷

(مینجر اخبار مصباح قادیان)

تصحیح

۱۵ر اکتوبر کے مصباح میں صفحہ ۲ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر غلط چھپ گیا ہے اصل شعر اسطرح پر ہے ؎

اُنہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی فسبحان الذی اخزی الاعادی

درست فرمالیں ۔ (ایڈیٹر)

بھائی عبد الرحمان صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا۔